www.Paksociety.com

عشق کو عشق سمجھ

پاک سوسائٹی

"امی! چھوٹی ممانی آئی ہیں۔ اسماء نے دروازے سے جھانک کر اطلاع بہم پہنچائی

"ہائیں.... کیسے آگئیں بھابی آج؟" انہوں نے تعجب سے گویا خود سے خطاب کیا تھا۔

"اور تم نے دروازہ کیوں نہیں کھولا۔ بے وقوف ہے یہ تو ایک دم۔" ان کے تو جیسے ہاتھ پاؤں

پھول رہے تھے۔ چٹخنی گرائی تو واقعی سامنے بھاوج کھڑی تھیں۔

ڈاٹ کام

"السلام علیکم بھابی!" "ارے سجاد' حماد بھی آئے ہیں۔ ارے بڑی بھاگوان گھڑی ہے"

"آداب پھوپھو!" بڑے بچے نے شائستگی سے آداب کیا۔

"جیتے رہو۔" وہ جلدی جلدی کرسیاں آگے کرنے لگی۔

"ارے بھئی عائشہ! اس پنکھے کی سپیڈ تو بڑھاؤ' ذرا ہوا محسوس ہی نہیں ہو رہی۔"

www.paksociety.com

"پرانا ہو گیا ہے بہت اس لئے اس کی ہوا بس اتنی ہی ہے' وہ شرمندگی سے گویا ہوئیں۔"

"ارے.... تو تم نے کہا کیوں نہیں عباد سے کل لے آئے گا نوکر پنکھا' خود ہی لگا بھی جائے گا۔

دوسرے کمرے میں پنکھا ہے؟" انہوں نے رومال سے اپنا چہرہ پونچھا۔

"ارے نہیں بھابی.....! ہمیں تو یہ پنکھا بھی بہت ہے آپ پنکھا مت بھجوایئے گا۔"

"تمہاری تو عادت ہے عائشہ ہر چیز کو نہ کرتی ہو' ارے دیال تمہارا اپنا بھائی ہے کوئی غیر تو

نہیں۔"

"(جی.... اسی دیال بھائی کے ہوتے ہوئے بھی میرا چولہا ٹھنڈا رہتا ہے) وہ خاموش ہو رہیں۔ وہ

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

چائے بنانے انھیں تو عذرا بولیں۔"

"بھائی چائے وائے نہ بنانا ہم ذرا یہیں قریب ہی ایک سالگرہ پارٹی میں آئے تھے راستے میں تمہارا گھر پڑتا ہے سوچا خیر خیریت معلوم کرتی چلوں۔"

"بیٹی کہاں ہے تمہاری؟۔"

"اسماء..... بیٹے ادھر آؤ..... ممانی جان بلا رہی ہیں۔"

وہ اسے ان کے پاس بھیج کر باورچی خانے میں چلی گئیں۔

اسماء سہم کر دروازے میں ہی اٹک کر رہ گئی تھی۔

گھسے ہوئے سرخ فراک اور پانجامے میں وہ شیشے کی گڑیا لگ رہی تھی حسن پرست ممانی نے گھائل ہو کر اسے چمکار کر اپنے پاس بلایا۔

"ادھر آؤ بیٹے!۔"

"وہ آہستہ روی سے ان کے پاس پہنچ گئی۔"

"امی! کتنی گندی ہے یہ لڑکی۔" حماد نے ناک سکوڑ کر گرد میں اٹے ہوئے اسماء کے پاؤں دیکھے اسماء کا کلیجہ کانپ گیا۔

"بری بات' تین سال بڑے سجاد نے فہمائشی نظروں سے حماد کو دیکھا۔"

"ارے لڑکی! کیا تمہارے پاس جوتے نہیں ہیں؟۔"

"ہیں مگر وہ تو اسکول پہن کر جاتی ہوں۔" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"اسے تو ننھا حماد شہزادوں جیسا لگ رہا تھا۔ لباس سے بھی' بول چال سے بھی'۔"

"تو کیا گھر میں ننگے پاؤں رہتی ہو۔"

"حماد!۔" ماں نے نند کو آتے دیکھ کر گھورا

"میں نے تم سے کہا تھا ناں' مگر تم نے پھر بھی اپنی ہی کی' یہ بچے تو ناشتے میں بھی چائے نہیں پیتے۔"

"نہیں امی ابھی میں بنا کر لائی ہیں تو میں پی لوں گا۔"

www.Paksociety.com

سجاد نے آگے بڑھ کر کپ اٹھالیا۔

حماد اسی طرح تنا تنا بیٹھا رہا۔

"بھئی پرسوں عید ہے' اسماء کے کپڑے وغیرہ بنائے ہیں یا نہیں؟۔"

"ہیں اس کے پاس کپڑے' آپ فکر نہ کریں۔"

"ارے حد کرتی ہو' ہم کیوں فکر نہ کریں' بچی نہیں ہے ہماری۔"

انہوں نے پرس کھول کر سو سو کے تین نوٹ نکالے اور اسماء کو دینا چاہے

"بھابی! یہ آپ کیا کر رہی ہیں' میں کہہ رہی ہوں ناں ہیں اس کے پاس کپڑے۔"

اب اتنی اچھی چیز بھی نہیں تمہاری خودداری' میں خدانخواستہ بھیک تو نہیں دے رہی ہوں جو تم اس طرح میرے ہاتھ روک رہی ہو' ہٹو پیچھے۔ لو اسماء اپنی امی کے ساتھ جا کر اچھے سے کپڑے لے کر آنا اور پھر عید پر گھر آنا"

اسماء نے پیسے نہیں لئے' خوفزدہ سے انداز میں ماں کو دیکھا۔

وہ نظریں جھکا کر پیچھے ہٹ گئیں۔ عذرا نے پیسے اسماء کی مٹھی میں دبا دیئے اور خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوئیں۔

عائشہ نے میکے میں یتیمی کا وقت گزارا تھا۔ بھائیوں کو آگے بڑھنے' دولت مند بننے کا جنون تھا' دونوں نے جلد ہی اپنا بوجھ اتار پھینکا تھا' یوں بھی دونوں بال بچوں کی ذمہ داری میں الجھ چکے تھے شوہر کے ہوتے ہوئے بھائی مہینوں نہیں جھانکتے تھے۔ تو تین سال شادی شدہ رہ کر جلد ہی وہ بیوہ ہو گئیں تو کس برتے پر بھائیوں کی چوکھٹ پر جا پڑتیں۔ جب کہ بھائیوں نے بہت کہا مگر انہوں نے یہ افلاس بھری خود مختاری نہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ حساس اتنی ہو گئیں تھیں پہلے سے مقابل کے ذہن تک جا پہنچتیں۔ اس تنہائی سے ان کا سمجھوتا ہو گیا تھا۔ نزدیک سلائی کڑھائی کے مرکز میں نگرانی کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ اسی گز پر بنا ہوا دو کمروں کا مکان ان کے شوہر کی ساری تگ و دو کا صلہ تھا اس پر بھی وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتی تھیں کہ سر چھپانے کا آسرا تھا۔

وہ کبھی کبھار بھائیوں کے ہاں جاتی تو اسماء کو کبھی ساتھ لے کر نہ جاتیں۔ مبادا وہ اپنے ماموؤں

www.Paksociety.com

اور ان کے ٹھاٹھ باٹ سے مرعوب نہ ہو جائے۔ اور احساس کمتری کا شکار نہ ہو جائے وہ بہت توجہ سے اسے تعلیم دلا رہی تھیں۔ اسے اعلیٰ اخلاقی تربیت دے رہی تھیں۔ ہر وقت کی تنہائی نے اسے بے حد کم گو بنا دیا تھا۔ بے حد خوش طبیعت پائی تھی اس نے۔

ان دنوں جب گزرتے ماہ و سال اسے درجہ دہم کی طالبہ بنا چکے تھے اور وہ ماں کی بیساکھی بن رہی تھی ایک دن اچانک دروازہ بجا ماں موجود نہیں تھیں۔ لہٰذا اس نے آنے والے کا نام پس در پوچھا۔

نام بتانے کے بجائے آنے والے نے تحکمانہ ارشاد کیا۔

"ارے بھائی دروازہ کھولیئے۔" پھر بڑبڑاہٹ سنائی دی "اچھی مصیبت ہے۔"

اس نے گھبرا کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے ایسا اجلا بانکا سجیلا نوجوان تھا کہ وہ حیران ہو کر ایک دم پیچھے کو ہو گئی۔

"پھوپھو کہاں ہیں؟۔"

"وہ تو نہیں ہیں۔" اب وہ از خود سمجھ گئی کہ وہ اس کا کوئی ماموں زاد ہے

ان سے کہہ دیجئے گا کہ امی سیونتھ ڈے میں ایڈمٹ ہیں۔ اور یاد فرما رہی ہیں" وہ ملاقات کا ٹائم بتا کر الٹے قدموں واپس لوٹ گیا۔ ایسا جلال 'اتنا کروفر دیکھ کر اس کی تو ہمت ہی نہ ہوئی کہ کہہ دے اندر تشریف لائیں۔

تھوڑی دیر بعد عائشہ آ گئیں تو اس نے بتایا۔

"امی ایک صاحب آئے تھے آپ کو پھوپھو کہہ رہے تھے اور کہہ رہے تھے امی سیونتھ ڈے میں ایڈمٹ ہیں۔ اتنے بجے آ کر ملاقات کر لیں۔ حالت بہت سیریس ہے۔"

"اے بیٹے نام کیا بتایا تھا؟۔"

"نام نہیں بتایا تھا' میں نے تو پوچھا بھی تھا۔"

"پتا نہیں بڑی بھابی کے ہاں سے آیا تھا کہ چھوٹی بھابی کے ہاں سے 'کیا عمر ہوگی اس کی جو آیا تھا یہ کہنے؟۔"

www.Paksociety.com

"بس لڑکے سے تھے' مجھ سے بڑے ہوں گے۔"

"اچھا... پھر تو چھوٹی بھابی کے ہاں سے آیا ہوگا۔ ارے خدا خیر کرے ابھی بے چاری نے دیکھا ہی کیا ہے' خدا رحم کرے۔"

وہ اسی وقت اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"رات تو دس بجے تک آؤں گی' ساتھ والوں کو کہہ کر جا رہی ہوں دروازہ اچھی طرح سے بند کر لینا۔" وہ تو بوکھلاہٹ میں تیزی سے باہر نکل گئیں۔

"توبہ امی! شکوہ کناں بھی رہتی ہیں اور محبت کا یہ عالم ہے کہ کھانے پینے تک کا ہوش نہیں رہا۔" وہ دھلے ہوئے کپڑے رسی سے اتارنے لگی۔

رات کے لئے اس نے روٹی بھی ڈال لی مگر عائشہ نہ آئیں اب تو وہ ایک دم ہراساں نظر آنے لگی۔

"یا اللہ! کیسے معلوم کروں امی کیوں نہیں آئیں اب تک کہاں رہ گئیں خدایا' !پتا نہیں انہیں بس ملنے میں وقت نہ ہوئی ہو' ہونہہ 'اتنی لمبی لمبی گاڑیاں ہیں کیا انہیں کوئی پہنچا بھی نہیں سکتا۔" وہ کبھی اٹھ کر صحن میں پھرنے لگتی۔ کبھی کھڑکی سے باہر جھانکتی' بی پڑوسن نے بھی کئی بار دیوار سے سر ابھار کر پوچھ ڈالا

"اے اسماء! آ گئیں تمہاری امی؟۔"

"نہیں خالہ جان!۔" وہ رونے کو ہو گئیں "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے انہیں کوئی سواری نہیں ملی۔"

"ارے اللہ رکھے ان کے بھائیوں کی تو موٹریں ہیں چھوڑ جاتا کوئی بے چاری غریب عورت' ایک تو وہاں جان کھپا کر آئی' اس پر بلالے گئے۔ لو بھلا' ماں جایا بھی آج تو پرایا ہو گیا' اور کھانا کھا لیا تم نے؟۔" انہیں خون کی سفیدی کے تجزیئے سے لمحاتی فراغت نصیب ہوئی تو کھانے کا پوچھا۔

"امی تو آ جائیں' کھانا کیسے کھا لوں'۔" اس کے آنسو بہہ نکلنے کو بے تاب تھے۔

"ارے آتی ہوں گی' جی ہلکان نہ کرو' اے لو وہ واجد کے ابا برابر بانگ دے رہے ہیں کھانا دے

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

دوں انھیں۔" وہ اتر گئیں

اسماء دوبارہ کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی

اسی دم سامنے سے گاڑی کی ہیڈ لائٹس روشن ہوئیں' اور گاڑی رک گئی۔ گاڑی دروازے کے سامنے رکی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ عائشہ آگئیں ہیں۔ وہ لپک کر دروازے پہ آئی دروازہ کھولا تو وہی سامنے شام والا نوجوان کھڑا تھا اس نے بے تابی سے کار کی سمت دیکھا اس کے چاروں دروازے بند تھے۔

"مم.... میری امی کہاں ہیں؟۔" اس نے تڑپ کر پوچھا۔

"میں آپ کو لینے آیا ہوں۔" نہایت آہستہ جواب میں ایک دم الٹ جواب ملا

"امی.....۔" اس نے اپنے سوال کا جواب جاننا چاہا

"میری امی کی ڈیتھ ہو گئی ہے پھوپھو گھر پہ ہی ہیں' مجھے پاپا نے کہا ہے کہ آپ کو لے آؤں آپ پریشان ہوں گی' حالانکہ ایک اچھی خاصی سمجھدار لڑکی کیا ایک رات تنہا نہیں رہ سکتی؟۔" مگر پاپا اور پھوپھو...... جلدی کیجئے.... میرے پاس.... وقت نہیں ہے...."

اس کا لہجہ بھرایا ہوا تھا جیسے رو تا ہو

اور وہ تو یہ سن کر دم بخود رہ گئی تھی کہ ممانی جان کا انتقال ہو گیا ہے وہ کمزور اعصاب کی لڑکی گھر بند کر کے پانچ منٹ کے اندر اندر گاڑی میں بیٹھ گئی' پڑوسن تک کو بتانے کی ضرورت نہ سمجھی' انھی کپڑوں میں آج وہ دوسری مرتبہ اپنے دولت مند ماموں کے گھر جا رہی تھی پہلی مرتبہ سنا تھا کہ ماں کی گود میں گئی تھی۔

"ماں نے اپنے دولت مند بے نیاز بھائیوں کے گھر سے بیٹی کو اس لئے دور رکھا تھا کہ اس میں احساس کمتری پیدا نہ ہو وہ پڑھ لکھ کر کم از کم لیکچرار بن جائے مگر اس کے باوجود کہ اتنی احتیاط کی گئی تھی اس میں نام کو اعتماد نہیں تھا گھبرائی گھبرائی' بوکھلائی بوکھلائی' آخر ماں سے کوتاہی تو ہو ہی گئی تھی آس پاس کے متوسط رشتہ داروں کے اتنے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر جب ماں کے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا کہ اس کے ماموں ان سے دس گنا زیادہ مالدار ہیں تو وہ ان کی آرائش و آسائش کا تصور با آسانی

www.Paksociety.com

کر سکتی تھی۔"

اتنا اعتماد بھی نہیں تھا کہ اس سے تعزیتی کلمہ کہہ دیتی کہ مجھے دکھ ہوا ہے یا ممانی جان کو کیا ہو گیا تھا۔ سر جھکائے ہاتھ مسلتی رہی۔ یہاں تک کہ گاڑی ایک دھچکے سے رک گئی۔

اس کے سامنے ایک عظیم الشان عمارت تھی جس میں داخل ہوتے وقت اس کی ٹانگیں کانپ کانپ گئیں اندر بے پناہ رش تھا۔ دو لڑکیاں پچھاڑیں کھا کھا کر رو رہی تھیں' معلوم ہوا کہ ان کی پیاری صاحبزادیاں ہیں جن کی نخوت اور غرور کے قصے اس نے بے پناہ سنے تھے۔ گھر کا ہر فرد غم سے نڈھال تھا۔ سفید سفید چاندنیوں پر بیٹھے ہوئے لوگ تک آبدیدہ ہو رہے تھے ماموں جان کے علاوہ ایک وہ اسے مضبوط اعصاب کا نظر آیا۔ جو چہرہ بے تاثر کئے ادھر ادھر آ جا رہا تھا' تمام راستے جو ہونٹ بھینچے گاڑی چلاتا جا رہا تھا تب اس نے حیرانی سے سوچا تھا کہ کیا اسے اپنی ماں کا دکھ نہیں خدا نخواستہ اگر اس کی امی کو کچھ ہو جائے وہ تو دوسرا سانس بھی نہ لے پھر۔

کوئی اس کی جانب متوجہ نہیں ہوا تھا' ویسے بھی افراتفری مچی ہوئی تھی' اس نے امی کو دیکھا جو میت کے سرہانے بیٹھے قرآن پڑھ رہی تھیں۔ وہ بھی وضو کر کے وہاں ماں کے پاس ہی سپارہ لے کر بیٹھ گئی' امی نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی بس چشمے سے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر دوبارہ پڑھنے میں مصروف ہو گئیں۔

"آنٹی! انکل کہہ رہے ہیں جنازہ صبح ہی اٹھے گا' سجاد نے جوابی ٹیلکس بھجوایا ہے وہ صبح پہنچ رہے ہیں۔" اسماء نے آواز کی سمت نظر اٹھائی

کوئی خاتون ایک بڑی بی سے مخاطب تھیں' تب اسے بھی معلوم ہو گیا کہ سجاد بھائی باہر ہیں۔

تمام رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ نزدیک سے آئے ہوئے لوگ واپس چلے گئے تھے کہ صبح جنازے پر آئیں گے۔

ممانی جان کے میکے والوں کی تعداد کثیر تھی ماموں جان کے رشتہ داروں میں تو ایک بڑے ماموں کا گھر تھا یا دونوں ماں بیٹی تھیں۔

کتنی ہی افراتفری سہی مگر کوئی جھوٹ سے بھی اس کی سمت متوجہ نہیں ہوا تھا' اس کا دل اپنی

www.Paksociety.com

بے پناہ حساسیت کی وجہ سے نہایت اجنبیت محسوس کر رہا تھا' وہ سمجھ گئی کہ آخر اس کی ماں اسے یہاں لانا کیوں پسند نہیں کرتی تھی۔ اس نے بھی سوچ لیا تھا وہ آئندہ ان برف کی سلوں کی مانند ڈھلے ہوئے فرعونوں کے ہاں نہیں آئے گی' موت کا گھر سہی کیا یہ خواتین آپس میں اتنی دیر سے غیر متعلقہ باتیں نہیں کر رہی تھیں؟ کس کی بیوی' کسی کی طلاق' کسی کی شادی اور منگنی پر تبصرے نہیں کر رہی تھیں.....؟"

جنازہ اٹھتے اٹھتے دوپہر کے بارہ بج گئے تھے۔ سجاد اپنی غیر ملکی بیوی اور بیٹے کے ہمراہ آٹھ بجے صبح کراچی پہنچ گئے تھے۔

جنازہ اٹھتے ہی اس نے ماں سے گھر چلنے کو کہا۔

"صبر کرو..... چلتے ہیں' کیا سوچیں گے سب لوگ؟ موت کا گھر ہے.....؟۔" انہوں نے دبی دبی زبان میں گویا اسے جھاڑا۔

اف اتنی بے نیازی..... اتنی اجنبیت کے باوجود امی کا جی نہیں چاہ رہا گھر جانے کو؟ وہ تو ایک دم گھٹ کر رہ گئی تھی۔

دوپہر کو کسی نے کھانا بھجوایا تھا مگر اس نے ایک نوالہ تک زہر مار نہ کیا تھا۔

امی سے معلوم ہوا تھا کہ ممانی جان کو "لیکومیا" ہو گیا تھا تشخیص میں دیر ہو جانے کی وجہ سے ان کی جان نہ بچائی جا سکی۔ گھر والوں کو گزشتہ دو ماں سے معلوم تھا انہیں باہر بھیجنے کے انتظام کرتے کرتے یہ دن آن پہنچا تھا کہ وہ دنیا سے باہر ہو گئیں۔

اتنی ہنستی بولتی ممانی کے بارے میں اسے یہ جان کر بہت دکھ ہوا

جب امی دوبارہ قرآن خوانی میں مصروف ہو گئیں تو وہ باہر لان کی سیڑھیوں کے پاس آکر کھڑی ہو گئی' اسے غصہ کرنا نہیں آتا تھا بس رونا آتا تھا۔

وہ سامنے کھڑا غالباً" کسی کو خدا حافظ کہہ رہا تھا وہ جانے کیا سوچ کر آگے لپک کر چلی آئی۔

"حماد بھائی! آپ مجھے گھر چھوڑ آئیں۔" اس نے سادگی سے جانے کیسے کہہ دیا۔

حماد نے اس پندرہ سالہ دوشیزہ کو یوں تعجب سے دیکھا جیسے خدا معلوم کیا انوبی ہو گئی ہو۔

"تکلیف کیا ہے آپ کو.....؟ کیا یہ گھر نہیں ہے.....؟۔"

"میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں۔"

"آپ کے خیال میں' میں اس قدر فارغ ہوں کہ آپ کو لاتا' پہنچاتا رہوں' رات پاپا نے کہہ دیا تو چلا گیا ورنہ آپ کے بنا یہاں کون سے کام رکے پڑے تھے۔" اس کے لہجے میں سنگینی اور نخوت تھی۔ وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا گویا خود ہاتھ ہو اور وہ چیونٹی ہو۔

اس نے غلط اندازہ کیا تھا۔ وہ خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئی' اس کی زبان کا کوڑا اس کے کانپتے دل پر پڑا تھا..... دوسروں کے سامنے تو خود کو خوددار اور مصفٰی بنا کر پیش کرنا پھر بھی آسان ہوتا ہے اپنی نظر میں تمام تر حقائق کی موجودگی میں معتبر کرنا کتنا کٹھن عمل ہے وہ اپنی نظر میں کم تر ہو گئی تھی اسے وہاں کے در و دیوار کاٹنے کو دوڑ پڑے۔ وہ وہیں زینے پر بیٹھ گئی۔

بعض اوقات کم مایا آدمی "مایا" کا نہیں ایک دوست' ایک شناسا کا بھکاری بن جاتا ہے۔ غریب آدمی کو امیر کی مہربانی کا رویہ بھی نہیں بھولتا۔

کتنا بڑا آدمی ہے مگر کسی طرح سینے سے لگایا تھا۔ غرور تو نام کو نہیں۔

غریب آدمی کو امیر آدمی کے ہاتھوں اپنی تحقیر بھی نہیں بھولتی۔

آنکھیں تذلیل پر روئیں نہ روئیں خوددار دل لہو روتا ہے

اسے تو یہاں ایک بھی دوست ایک بھی شناسا نظر نہیں دکھائی دی تھی۔ اس کی ذہنی اذیت مرحومہ کے متعلقین سے بھی سوا تھی۔ کہ وہ تو اس حادثے کے لئے دو ماہ پیشتر سے تیار ہوں گی اس پر تو ناگہانی ٹوٹ پڑی تھی۔

گیٹ سے برآمدے تک کتنے لوگ آجا رہے تھے مگر کسی نے اس کی سمت نہیں دیکھا تھا' اب اس کے ماتھے پر تو نہیں لکھا تھا وہ غریب اور یتیم ہے مگر چور کی داڑھی میں تنکا کے مصداق اسے یہی احساس کھائے جا رہا تھا کہ غربت کی وجہ کسی نے اسے گھاس نہیں ڈالی۔

بعض اوقات بے پناہ حساسیت بھی انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی۔

اسی دم امی اسے ڈھونڈتی ہوئی باہر آگئیں۔ اور اسے سمجھانے لگیں۔

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

"بیٹے! سو تم تک میں کیسے چلی جاؤں سب کیا کہیں گے سب کو معلوم ہے کہ عذرا بھابی کی اکلوتی نند ہوں لوگ کہیں گے کہ ایک دن بھی گھر نہیں سنبھال سکی۔ جان چھڑا کر چلی گئی پھر بھائی میاں نے بہت کہا ہے کہ میں یہیں ٹھہروں۔"

اس کا جی چاہا کہ ماں سے پوچھے کہ اس سے پہلے کتنی بار آپ کو روکا ہے؟ مفت کی منتظمہ ہاتھ آگئی ہے ناں۔

مگر ماں کے سامنے وہ پھر عادتاً چپ ہو کر رہ گئی تھی۔

"اور تم یہاں سیڑھیوں پر کیوں بیٹھی ہو؟ چلو اندر آؤ۔"

"کیا کروں گی اندر جا کر؟" اس کے لہجے میں ہلکی سی خودسری چھلک آئی۔

خواہ مخواہ کی مار پر تو گدھا بھی بدک جاتا ہے اور وہ تو پھر انسان تھی۔ خودداری پر چار چوٹ کھا کر اب اسے مزید کی تمنا نہیں تھی' وہ دوبارہ سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

سامنے کھڑے سجاد بھائی نے غالباً" پھوپھو کو اس سے بات کرتے دیکھ لیا تھا۔ اور اسے پہچان لیا تھا۔ بڑی بی تو ایک دم سے ہو گئی تھی۔ چار فٹ سے ایک دم ساڑھے پانچ فٹ پر آکر ٹھہری تھی۔ دوبارہ زینے پر بیٹھ کر اپنی چوٹی آگے کر کے کھول کر دوبارہ بل ڈالنے میں مگن ہو گئی تھی۔

"بھئی' تم اسماء ہی ہو نا؟۔"

اس دودھ کی جلی نے کوفت بھری نظریں اٹھا کر اپنے مقابل دیکھا۔ مگر سجاد کی مشفق مسکراہٹ سامنے دیکھ کر آہستگی سے بولی "جی......؟"

"تو بھئی' یہاں کیوں بیٹھی ہو؟۔"

"ایسے ہی......" اس نے نظریں جھکا کر اپنے مخصوص دھیمے انداز میں جواب دیا۔

"ارے بھئی اندر چل کر بیٹھو۔" تب وہ ناچار اندر آگئی۔

"اچھی مصیبت ہے' اس گھر میں کوئی اپنی مرضی سے بیٹھ بھی نہیں سکتا۔"

جرات کلام تو تھی نہیں جی ہی جی میں جل کر رہ گئی۔

اسے تو یہاں اپنی کم مائیگی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا نوکروں کی طرح اس نے آگے بڑھ

www.Paksociety.com

بڑھ کر کام کیا تھا ہر چند اس نے سوچا تھا وہ محض ایک کونے میں بیٹھ رہے گی۔ مگر سامنے جیسے ہی کوئی کام ہوتا وہ خود بخود آگے بڑھ آتی تھی۔ اس کی اس بھاگ دوڑ سے گھر میں کوئی متاثر نظر نہیں آرہا تھا۔ یوں جیسے یہ اسی کا کام اور مقام تھا۔

اپنی فیشن ایبل ماموں زاد بہنوں کو اس نے قرآن خوانی سے بھی غائب پایا تھا۔ سوائے ماموں جبار کی سب سے چھوٹی لڑکی ربیعہ کے جو اس سے بڑی اپنائیت سے پیش آئی تھی۔

سرشام اکتاہٹ کی انتہا ہو گئی' وہ ماں کے سامنے رو پڑی کہ وہ گھر جانا چاہتی ہے۔

جب عائشہ نے بھائی سے کہا کہ وہ اسماء کو لے کر گھر جا رہی ہیں۔ تو انہوں نے شائد زندگی میں پہلی مرتبہ بہن کی اہمیت محسوس کی تھی۔ شتر بے مہار بے سمت بیٹیاں جنہوں نے اپنے بر خود ڈھونڈ کر انہیں بہت جلد الوداع کہہ دیا تھا من مانی کرنے والی بیوی بہرحال حقیقی دمساز بھی تھیں۔

بہن نے جانے کو کہا تو وہ بولے۔

"عائشہ! تم بھی چلی جاؤ گی تو یہ سب کون سنبھالے گا؟۔"

بہن اس حقیقت سے ناواقف تھیں کہ مرحومہ نے شوہر کے ساتھ غلط بیانی سے کام لیا تھا کہ عائشہ بے حد خوددار ہیں وہ مر کر ہی شوہر کی چوکھٹ چھوڑیں گی۔ البتہ وہ بچی کو اخراجات کے لئے مناسب رقم دے دیتی ہیں۔

اپنی بیویوں پر اندھا اعتماد کرنے والوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ بہن کو بھائی اپنے بازوؤں میں تھام کر اپنے گھر خود لے کر آتا' اسے اپنے گھر میں معتبر مقام دیتا تو بہن سر آنکھوں پر بھائی کے گھر میں اپنائیت کے احساس سے چور ہو کر آتی' محض اس طرح کہنا کہ جیسے فرض ادا کر دیا جائے تو بات نہیں بنتی۔ بھاوج کے رسمی انداز سے وہ مستقبل میں ان کے گھر میں اپنے مقام کا اندازہ کر سکتی تھیں آگے چل کر انہیں اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ ان کا فیصلہ دانشمندانہ تھا۔ وہ مرحومہ کے خلاف بھائی سے کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں کہ وہ کون سے چیک ہیں جو میرے گھر بھیجے گئے ہیں"۔

اور اپنی بھاوج کو بھی دم مرگ اپنی زیادتی کا احساس ہو گیا تھا۔ تب ہی انہوں نے حماد سے کہہ کر انہیں بلوایا تھا ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اس طرح معافی مانگی تھی کہ کئی لڑیاں آنسو کی آنکھوں

www.Paksociety.com

سے ٹوٹ کر بکھنے میں جذب ہو گئیں تھیں۔

اس نیک فطرت عورت کے اذیت ناک سال بھابی کے آنسوؤں میں گم ہو گئے تھے۔ وہ تہہ دل سے اپنی بھاوج کو معاف کر چکی تھیں۔ اپنی قسمت کا لکھا سمجھ کر۔

موت کے گھر میں انہیں فرصت ہی نہ مل سکی تھی کہ وہ اسماء سے یہ سب باتیں کرتیں بھائی نے پھر مجبور کر دیا کہ عائشہ یہ خودداری کا کون سا مقام ہے کہ اس گھر کو اس وقت تمہاری ضرورت ہے۔ وہ ہتھیار ڈال کر باہر آئیں تو وہ گھر چلنے کو بے تاب کھڑی تھی۔

مگر ماں کی چال کا انداز اور ہی تھا۔

"چلیں امی....؟"

"اسماء بیٹے....!"

جن لوگوں سے وہ ساری عمر شاکی رہی تھی۔ ان کی حمایت میں بیٹی' کچی کلی جیسی بیٹی کے سامنے بولنا بہت کٹھن مرحلہ تھا

"بھائی میاں' بہت روک رہے ہیں' وقت بھی ایسا ہے کہ میرا انکار بہت معیوب ہو گا۔"

"مجھے نہیں پتا امی! اگر ایک دو گھنٹے اور رک گئیں میرا تو دم گھٹ جائے گا۔"

"بری بات بیٹے! وقت کی نزاکت کا تمہیں اندازہ نہیں ہے۔"

"امی...!" اس کی آواز بھرا گئی۔

"اسماء... کیا کسی نے کچھ کہہ دیا ہے؟"

"نہیں امی! میرا دم گھٹ رہا ہے ان مغرور لوگوں کے بیچ۔" آخر اس نے حقیقت کہہ دی۔

"ایسے نہیں کہتے' ان بے چارے بچوں کے سر سے تو ماں کا سایہ اٹھ گیا ہے۔"

"امی ...!" اس کی آواز بھرا گئی' میں نہیں رہوں گی یہاں" آنسو سلسلہ وار رخساروں پر ڈھلک آئے۔

انہوں نے اس کا کندھا تھپتھپایا' وہ سخت مجبور تھیں۔ شادی کا گھر ہوتا تو شائد وہ بھی نہ رکتیں۔ اسماء بچی تھی' اسے ان کی مجبوری کا احساس نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی' وہ مزید کچھ بولیں گی تو

وہ زیادہ رو پڑے گی۔ وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ یہ وہ بیٹی ہے جس نے کبھی ضد نہیں کی تھی۔ وہ اسے وہیں چھوڑ کر اندر چلی گئیں۔

وہ ستون کی سمت منہ کر کے بچوں کی طرح آنسو بہانے لگی۔ اسے امی سے یہ امید نہیں تھی۔ وہ بہت چاہ رہی تھی کہ آنسو رک جائیں ساتھ ساتھ دوپٹے سے منہ پونچھے جا رہی تھی مگر آنکھیں تو گویا دریا بنی ہوئی تھیں جس پر سیلاب کا زور ہو۔ معاً اسے پیچھے سے قدموں کی آواز سنائی دی اس نے جلدی جلدی دوپٹے سے آنکھیں رگڑیں' آنے والا سامنے آ گیا وہ تو گویا جیسے چوری کرتی پکڑی گئی تھی نہ چاہتے ہوئے بھی سامنے دیکھا۔

سامنے حماد تھا جو الجھی الجھی نظروں سے اس کے آنسوؤں سے دھلے چہرے کی سمت دیکھ رہا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کس طرح بھاگے۔ اس نے لان کی سمت قدم بڑھا دیئے۔

"ارے بھائی' یہ رات کے وقت آپ ادھر کہاں جا رہی ہیں؟۔"

میں ان کی کوئی بات مانوں گی نہ سنوں گی" وہ آگے بڑھتی چلی گئی' وہ پیچھے کھڑا اسے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس کے وجود پر شک ہو۔

خدا معلوم اس نے وہاں ایک ہفتہ کس طرح گزارا تھا گھر واپس آئی' ایسا محسوس ہوا گویا دوبارہ زندگی ملی ہو' بڑے صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا تھا گھر آ کر ماں بیٹی نے ایک دوسرے سے کچھ نہیں کہا تھا۔ بڑے خاموش سے سمجھوتے ہو گئے تھے اور ویسے بھی عائشہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ان کی اتنی معصوم اور فرمانبردار بیٹی ان پر بگڑنے کی جرات کرے گی۔ وہ صرف رو سکتی تھی۔ اس کی خاموشی ان کا دل شمع کی طرح پگھلاتی تھی۔ رات کو جب وہ پیٹھ موڑے لیٹی نیند کا انتظار کر رہی تھی۔ عائشہ اس کے پلنگ کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

"اسمی....!"

"جی امی؟۔" وہ اسی طرح چہرہ اندھیرے میں کئے بولی۔

"کیا سوچ رہی ہو میری جان؟۔"

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

"کچھ بھی نہیں امی! بس نیند آ رہی ہے۔"

"وہ سیدھی ہو کر ماں کو غور سے دیکھنے لگی۔ اس نے اس کے بال سنوارے جھک کر ماتھا چوما۔"

"تم شکایت کرتی تھیں ناں کہ میں تمہیں ماموں سے نہیں ملاتی۔ تو اب وجہ سمجھ میں آ گئی ہو گی۔ بھائی میرے بہت اچھے ہیں مگر..... اور اب تم مصر تھیں کہ میں ایک دن بھی وہاں نہ ٹھہروں ابھی تمہاری سمجھ محدود ہے' عمر کے ساتھ ساتھ مقام اور توقعات بھی اپنی شکل بدلتے ہیں میری عمر میں آ کر بلکہ اب کہ چند سالوں میں خیر سے گھر بار والی ہو جاؤ گی تو میری ساری مجبوریاں خود بخود سمجھ میں آ جائیں گی۔" اپنی ماں کے بارے میں کوئی غلط خیال نہ دل میں لانا"

"امی!۔" اس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا" کیسی باتیں کرتی ہیں آپ.... میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں سوچ رہی' میں تو یہ سوچ رہی ہوں' میرا رزلٹ آ جائے گا تو میں کون سے کالج میں ایڈمشن لوں....." اس نے گویا موضوع بدل دیا" کون سے کالج میں لوں امی؟"

"بھئی رزلٹ تو آ جانے دو' پرسنٹیج کے لحاظ سے کالج کا انتخاب کرنا ابھی سے اتنی فکر نہ کرو ویسے ہی مجھے تمہاری صحت کی طرف فکر رہتی ہے۔' لیجئے اتنی اچھی بھلی تو ہوں" اس نے مسکرا کر لاپرواہی سے کہا تو عائشہ نے ایکدم ٹوکا۔

ارے ایسے ایک دم منہ بھر نہ کہا کرو" انہوں نے کہا اس کے گداز جسم سے نظریں چرائیں جس میں نئے وقت کے پھول کھل رہے تھے۔

"ارے اتنی سی روح اسی جگہ لاتے لاتے میری جان سولی پر لٹکی رہی' خدا سلامت رکھے دشمنوں کی نظر سے بچائے خود ہی اپنی جان کو ٹوک نہ لگایا کرو' میرا تو دل دہل جاتا ہے۔"

وہ ماں کے وسوسوں پر کھلکھلا کر ہنس دی۔ تو ان کے آنگن میں روشنیاں برس پڑیں۔

ممانی جان کے چہلم تک عائشہ کا آنا جانا ذرا تواتر سے رہا۔ وہ پلٹ کر دوبارہ نہ گئی' چہلم پر انہوں نے اس پر کافی زور بھی دیا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی

دن بڑی سرعت سے گزر گئے۔ اس نے ساتھ کالج میں ایڈمشن لے لیا تھا کالج کسی وجہ سے

www.Paksociety.com

بند تھے۔ وہ اپنی قمیض پر کڑھائی میں مگن ہو گئی' ہمسائے کے پاس جا کر بیٹھ جاتی اور خوبصورت کڑھائی کرتی۔ ان کی لڑکیوں کی وجہ سے اس کا جی بہل جاتا تھا۔

اس دن بھی وہ نہایت جوش و خروش سے کڑھائی میں مصروف تھی۔ سندھی گلا تقریباً" مکمل تھا' جب ہمسائی کی بیٹی نے اس کے بھرپور سراپے اور حسین مکھڑے کو دیکھ کر کہا۔

"اسماء باجی! لگتا ہے آپ کو تو آپ کے دولت مند ماموں کے صاحبزادے ہی لے جائیں گے۔"

"ہائیں..... وہ کیوں.....؟۔" وہ اپنی دھن میں مگن بولی۔

"میرا مطلب ہے' باجے گاجے کے ہمراہ۔" وہ شرارت سے مسکرائی۔

"ارے نہیں بھئی' بڑے غلط اندازے ہیں تمہارے جب بھائیوں نے میری امی کو اہمیت نہیں دی تو ان کی اولادیں'۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ کر سوئی دانتوں تلے دبائی اور فریم کسنے لگی۔

"کبھی آپ نے خود کو غور سے دیکھا ہے؟" اس کی نگاہوں میں بے پناہ رشک تھا۔

"دیکھا ہے' انسانوں جیسی ہوں۔" اس نے سوئی میں پڑے دھاگے کی نظروں سے پیمائش کی اور تیزی سے ٹانکہ لیا۔

"انسانوں جیسی ہی تو نہیں ہیں پریوں جیسی ہیں۔"

اسماء کھلکھلا دی۔

"مجھے پتا ہے تم مجھے بہت چاہتی ہو' اس سے زیادہ بھی مبالغہ آرائی کرو تو حیرت کی بات نہیں۔" وہ بدستور ٹانکوں میں الجھ کر بولی۔

"دراصل تم نے انہیں دور سے دیکھا ہے' اور سنا ہے میرے کزنز اتنے مغرور ہیں کہ انہوں نے تو سیدھے منہ بات بھی نہیں کی مجھ سے۔ بہت گھمنڈ ہے ان لوگوں کو اپنی دولت پر۔" اس نے افسردگی سے بتایا۔

"تو اسماء باجی! آپ بھی تو برابر کی چوٹ ہیں' خدا نے آپ کو سیرت اور صورت کی دولت سے نوازا ہے۔"

"ارے بھائی.... آج کے دور میں یہ خوبی تو ہو سکتی ہے دولت نہیں۔"

www.paksociety.com

ہمسائی نے لڑکیوں کی بات سن کر درمیان میں ٹکڑا لگایا اور ہمسائی کو درمیان میں بولتے دیکھ کر دونوں نے موضوع ہی بدل دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ گھر آگئی تھی۔ عائشہ بھی آنے والی تھیں۔ وہ گھر کے کاموں میں مصروف ہوگئی 'اب تو چھوٹے ماموں اکثر ان کا احوال معلوم کرنے ان کے گھر آجاتے تھے۔ ان کے اس اقدام نے بڑے بھائی کو بھی شاید خواب غفلت سے جگادیا۔ وہ بھی پہلے کی نسبت جلدی جلدی آجاتی تھے اکثر ربیعہ ان کی چھوٹی بیٹی ہمراہ ہوتی۔

باقی بچوں سے تو وہ ممانی کی موت پر مل چکی تھی۔ بڑے ماموں کے ایک صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں شادی شدہ تھیں۔ ربیعہ اور اس سے بڑے صاحبزادے ہارون ابھی "فارغ" ہی تھے۔ بچوں میں سے تو ربیعہ اور ہارون ہی ان کے گھر آئے تھے۔ ہارون بھی برسوں پہلے کسی بہن کی شادی کا کارڈ لے کر یا شاید مہندی ابٹن کا بلاوا لے کر آئے تھے۔ ربیعہ آپا کے پاس پلی بڑھی تھی۔ اس لئے ممانی جان اسے ساتھ نہیں رکھتی تھیں۔ مگر اب اس کی ربیعہ سے دوستی ہوگئی تھی۔

اسی دن شام کو جب وہ حسب معمول ماں کا انتظار کر رہی تھی۔ دروازے پر نامانوس سی دستک ہوئی

دروازہ کھولنے سے پیشتر اس نے آنے والے کا نام پوچھا۔

"میں گارمنٹس فیکٹری کا ورکر ہوں۔"

یہ سنتے ہی اس نے جھٹ دروازہ کھول دیا۔

ماں کے بجائے شفیق گارمنٹس فیکٹری کے ورکر کو سامنے دیکھ کر وہ حیران تھی۔

"فیکٹری گودام میں آگ لگ گئی 'کئی ورکر اندر ہی جھلس گئے آپ کی والدہ عباسی شہید اسپتال کی ایمرجنسی میں ہیں" وہ اتنا بتا کر پلٹ گیا۔

وہ تو جیسے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی بھاگ کر ساتھ والوں کے ہاں گئی 'اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے ساری بات کہہ سنائی' ہمسائی جھٹ برقعہ اٹھا کر اس کے ہمراہ ہولیں۔ راستے بھر وہ اسے تسلیاں دیتی رہیں حوصلہ بڑھاتی رہیں۔

وہ وہاں پہنچی تو بڑے ماموں کو وہاں دیکھ کر حیران ہوئی کہ اس سے پہلے وہ کیسے پہنچ گئے۔ عائشہ کے پرس سے جو فون نمبر برآمد ہوئے تھے ان پر فوری اطلاع کردی گئی تھی جس کے نتیجے میں بڑے ماموں وہاں موجود تھے۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر دلاسہ دیا۔

پانچ ورکرز کی حالت بہت نازک تھی۔ جن میں عائشہ بھی شامل تھی۔ وہ گودام میں موجود کام تقسیم کررہی تھیں۔ گودام بھی بالکل اندر کال کوٹھڑی کی مانند تھا۔

کہا جارہا تھا کہ فیکٹری کی گاڑیوں کے لئے ڈیزل پیٹرول کے اسپیئر ڈبے وہیں دیوار کے ساتھ ہی لگے ہوئے تھے 'کوئی ڈبہ لڑھک گیا تھا رات کو کپڑوں کی گٹھڑیوں میں وہ رات بھر جذب ہوتا رہا کسی ورکر کی سگریٹ نے قیامت برپا کردی۔

وہ وہیں بنچ پر بیٹھ کر آیات و دعاؤں کا ورد کرتی رہی اور کانپتی رہی۔

سفید بالوں والے ایک "وارڈ بوائے" نے اس کا نام لے کر اندر بلایا تو وہ ساری جان سے لرزتی اندر پہنچی' سامنے ہی بڑے ماموں کھڑے تھے ان کے سامنے اس کی عزیز از جان ماں' پٹیوں میں جکڑی پڑی تھی۔ ان کا ایک ہاتھ بڑے ماموں کے ہاتھ میں تھا' ماں کے ہاتھ کی لرزش وہ دور سے محسوس کرسکتی تھی۔

وہ ماں کے قریب چلی آئی۔ مگر ماں کی آنکھیں تو بند تھیں۔ بند آنکھوں کی پلکیں لرز رہی تھیں۔ اس نے ہراساں ہو کر پکارا۔

"امی....!"

ماں نے آنکھیں کھول کر صرف ایک لمحے کے لئے بیٹی کی آنکھوں میں دیکھا۔ اتنی ویرانی اتنا سناٹا" آنکھوں میں تھا کہ اس کا دل بیٹھ گیا۔ ماں کی آنکھیں پھر بند تھیں وہ دوبارہ آنکھیں کھلنے کا انتظار کرنے لگی۔ مگر ان کی آنکھوں میں بیٹی کا نظارہ آخری نظارہ تھا۔

بھائی کے ہاتھ میں محروم بہن کا ہاتھ برف تھا۔

بے ہوش اسماء کو وہ بڑی مشکل سے باہر لائے

بے ہوشی کا سلسلہ رک کر نہیں دے رہا تھا۔

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

پورے سولہ گھنٹوں بعد جب اسے ہوش آیا تو آس پاس کئی چہرے تھے جنہیں وہ بالکل بھی پہچان نہ پائی تھی کہ یہ سب کون لوگ ہیں۔ تھوڑی دیر بعد اسے احساس ہوا کہ بڑے ماموں' چھوٹے ماموں' بڑی ممانی' ربیعہ' ہارون' سجاد' اور حماد وہ غالباً" اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر حماد فوراً" باہر چلا گیا تھا۔

چھوٹے ماموں نے آگے بڑھ کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا

"گھبرایئے نہیں بیٹے' حالات پہ کس کا اختیار ہے خود کو مضبوط بناؤ بیٹے۔"

ان کی شفیق آواز نے گویا اس کے سارے بند توڑ ڈالے وہ تڑپ کر رو دی۔ ربیعہ نے اس کا سر گود میں رکھ لیا۔

"اسماء باجی! کیا ہم آپ کے نہیں ہیں؟۔"

"آپ اس طرح رو رو کر ہمیں بھی دکھی کر رہی ہیں۔" حماد نے بھی اسے دلاسہ دیا

"میرے ساتھ چلو بیٹا...... وہیں رہنا... ٹھیک....." چھوٹے ماموں نے اس کے سر پہ دوبارہ ہاتھ پھیرا۔

اس نے خالی اسٹول کو دیکھا جہاں حماد بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے منہ پونچھ کر آہستگی سے کہا۔

"چھوٹے ماموں! اگر میں تمہارے رہنے کے قابل نہیں ہوں اور مجھے ضروری کسی کے ساتھ رہنا ہے تو میں بڑے ماموں کے پاس رہوں گی۔ ربیعہ کی وجہ سے .... آپ لوگ میری وجہ سے پریشان نہ ہوں۔" اس کی آواز بھرا گئی۔

ربیعہ کو اس فیصلے سے خوشی ہوئی' وہ بڑی ممانی کے تاثرات نہ دیکھ سکی۔

چھوٹے ماموں اور سجاد نے اس کی خوشی سمجھ کر زور نہ دیا۔

ماں کی کمی نے اس کی شخصیت کو مزید چڑچڑا کر رکھ دیا۔

اس کی حالت پہلے سے زیادہ خوفزدہ ہرنی کی مانند ہو گئی۔

وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو گئی

بڑی ممانی نے ایک بار اس کے کپڑے بنانا چاہے تو اس نے منع کر دیا۔

"ممانی جان! میرے پاس کافی کپڑے ہیں۔"

وہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کا روپیہ پیسہ خرچ کرائے کہ وہ لوگ اس سے بیزاری دکھانے لگیں۔

اس کا ارادہ تھا کہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کہیں سروس کرلے گی فیکٹری سے اسے کچھ پیسے ملے تھے جو اس نے پس انداز کر لئے تھے۔ اپنی کتابوں' فیسوں کے لئے' وہ چاہتی تھی جب تک وہ ان کی دست نگر ہے انہیں بہت کم تکلیف دے۔ تاکہ ان کے دل تو کم از کم اس کے لئے ہر دم وا رہیں کہ یہی تو سب سے دور تھے۔ اور یہی سب سے زیادہ قریب۔

دکھ کا مداوا نہ ہوتا تو دکھ رہتے یا پھر دنیا۔

سر پر پڑی سب کو جھیلنی پڑتی ہے۔ دکھ مقدر میں رقم ہو جائے' ہر راستہ پھر اسی سمت لے کر جاتا ہے وہ بہت سمجھ داری سے وقت کاٹ رہی تھی۔

بہت کم بات کرتی تھی کچھ زیادہ عادت بھی نہ تھی باتیں کرنے کی۔

ربیعہ سے بڑی بہنیں تو آج بھی اسی طرح فاصلے پر تھیں اور انہی کی زبانی یہ انکشاف ہوا تھا کہ دونوں ماموؤں کی والدہ الگ تھیں۔ اس کی والدہ کی مادر محترم الگ دونوں ماموں کی والدہ کا ساتھ اس کے نانا کے ہمراہ چند برسوں کا تھا جب کہ دوسری شادی عائشہ کی امی سے ہوئی اور یہ رفاقت طویل عرصے پر محیط تھی۔ اس کی سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔ سوتیلے پن نے رشتہ از خود پر تکلف کر دیا تھا۔ اسے ماں کا اپنے بھائیوں سے کم ملنا ان کی طرف مدد کے لئے نہ دیکھنا وہ سب سمجھ گئی تھی۔ کتنی عظیم تھی اس کی ماں کہ کبھی بھائیوں کو سوتیلا نہ بتایا۔

ادھر یہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ سب باتوں سے واقف ہے۔ بہرحال اب اس کا ذہن اس طرف سے سلجھ چکا تھا۔

سمیعہ اور ملیحہ کا رویہ تو بڑا لیا دیا سا تھا اس نے زیادہ پرواہ اس لئے بھی نہ کی کہ وہ دونوں اپنے اپنے گھر کی تھیں۔

ہارون کی عادتیں بھی کافی حد تک حماد سے ملتی تھیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس کے لہجے میں

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

رعونت کے بجائے سنجیدگی تھی۔ رہ گئی ممانی جان' نہ اس نے ان سے خوش فہمی پر مبنی توقعات وابستہ کی تھیں نہ ان کی طرف سے دل انجانے خدشات سے لرزتا تھا۔ وہ ان سے کسی اچھے سلوک کی امید نہیں رکھتی تھیں۔ حقیقت کو قبول کرنے کا وصف اسے ماں سے ملا تھا' زندگی اپنی مخصوص جارحانہ چال چلنے لگی۔ زخم مندمل تو نہیں ہوئے وہ روز دلاسوں کے انداز بدل بدل کر خود کو سمجھایا کرتی تھی۔ وہ زندگی زندوں کی طرح گزارنا چاہتی تھی اور خود پر بہت محنت کرتی تھی۔ دوسروں کو سکھانا بہت آسان ہے مگر خود کو پڑھانا سکھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔

اس روز وہ گھر میں تنہا تھی' ربیعہ اور ممانی کسی تقریب میں گئی ہوئی تھیں۔

ہارون اپنی قمیض ہاتھ میں لئے اندر آگیا۔

"بھئی' یہ امی اور ربیعہ کہاں ہیں؟ سارے گھر میں ڈھونڈ لیا۔"

وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

"ایک تو اس گھر میں کوئی چیز مکمل اور صحیح نہیں ہے' اب یہ میچنگ شرٹ..... ایک نہیں پورے دو بٹن غائب ہیں۔"

"لائیے میں لگا دیتی ہوں' ہارون بھائی.....! آپ ایسا کیجئے کہ تمام شرٹس مجھے دے دیں میں سب کو دیکھ لوں گی۔ یعنی ادھڑی ہو یا بغیر بٹن کی' میں ٹھیک کردوں گی۔" اس نے سادہ انداز میں اپنی خدمات پیش کیں

"ارے نہیں بھئی..... تم کہاں الجھن میں پڑو گی' امی کردیں گی..... فی الحال اس شرٹ میں بٹن لگادو۔"

وہ گیلے ہاتھ گاؤن سمیت وہیں کوچ پر بیٹھ گیا۔ اس نے اٹھ کر سوئی دھاگہ تلاش کیا اور بیڈ پر بیٹھ کر لرزتے ہاتھوں سے بٹن ٹانکنے لگی۔ کسی کے سامنے تو اس سے پانی بھی نہیں پیا جاتا تھا۔ خود اعتمادی تو رتی برابر نہیں تھی۔

پرنٹڈ شلوار کرتے میں ملبوس' سیاہ دوپٹہ سر پر بلکہ پیشانی تک اچھی طرح سے جمائے ہوئے وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بٹن ٹانک رہی تھی۔ ڈھلا ڈھلایا گلابی لشکار' گندمی چہرہ اور رسیلے

غیر معمولی تراش کے بھرے بھرے ہونٹ

ہارون کو پہلی بار اس کے غیر معمولی وجود کا احساس ہوا۔

"پڑھائی وڑھائی کیسی جارہی ہے؟" وہ اپنے گیلے بالوں پر مالش کے انداز میں انگلیاں چلاتے ہوئے عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک جارہی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"میرا مطلب ہے ٹیوٹر وغیرہ کی ضرورت تو نہیں؟"

"نہیں..... میں نے کبھی ٹیوشن وغیرہ کا سہارا نہیں لیا۔" اس نے سوئی دانتوں تلے داب کر کہا۔

"یعنی مطلب یہ ہے کہ تم غیر معمولی ذہین ہو۔" وہ ہلکے سے مسکرایا۔

"نہیں ..... میرا مطلب یہ نہیں ہے' ذہین تو میں بالکل نہیں ہوں' بس خود ہی محنت کرلیتی ہوں۔" اس نے دوسرا بٹن ٹانکنا شروع کیا۔

"مضامین کیا ہیں تمہارے؟"

"فزکس' کیمسٹری' اور میتھ۔"

"انجینئر بنوگی؟" وہ متعجب ہوا

"اپنی ایسی قسمت کہاں' کچھ بننا ہوتا تو پری میڈیکل کا انتخاب کرتی اور بائیولاجی لیتی۔ میں سائنس سے گریجویشن کرنا چاہتی ہوں' اسی لئے کہ ملازمت ذرا اچھی اور آسان سی مل جاتی ہے۔" اس نے وضاحت کی۔

"اچھا تو تم ملازمت کی نیت سے پڑھائی کررہی ہو؟"

وہ خاموش رہی۔

"آخر تم ملازمت کیوں کرنا چاہتی ہو' ٹھیک ٹھاک تعلیم حاصل کرو پھر شادی کرکے گھر سنبھالو' اسی میں عورت کی بقاء اور تحفظ ہے اور میرا خیال ہے ملازمت تمہارے بس کا روگ بھی نہیں ہے تم گھرداری کرتے ہوئے زیادہ....."

اسی دم کوئی پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوا

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

وہ جھک کر دانتوں سے بٹن لگا کر دھاگہ کاٹ رہی تھی۔

"اچھی مصیبت ہے یار.... ساڑھے چھ ہو رہے ہیں اور ابھی تک تم گاؤن میں ہو' حد ہو گئی یار۔"

اسماء نے چونک کر سر اٹھایا' وہ مخاطب ہارون سے تھا اور تفصیلی نظر اس پر تھی۔

اس نے گڑبڑا کر نظریں جھکالیں۔ اخلاق نے سلام دے مارنے کا تقاضا کیا مگر اس کی ہمت نہیں ہوئی۔

"یہ لیجئے ہارون بھائی۔"

"دونوں بٹن لگا دیئے؟۔"

"جی...؟۔"

"اچھا تو تم یہاں بیٹھے بٹن لگوا رہے تھے۔ ویسے گھر میں تو ان کی وجہ سے بہت آرام ہو گیا ہو گا کام وام کے سلسلے میں۔"

"نہیں یار.... تمہارے خیال میں ہم اتنے برے ہیں کہ اپنی فرسٹ کزن کو اپنے گھر میں یہ مقام دیں گے....؟۔ فی الحال تو یہ امی اور ربیعہ کی قائم مقامی کر رہی تھیں۔ وہ بھی اپنی خوشی سے کیوں اسماء؟"

"جی ہارون بھائی! گھر کے کام گھر والے ہی کرتے ہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا اور رخ موڑ کر سوئی دھاگا اٹھا کر بکس میں بند کرنے لگی۔

ہارون عجلت میں باہر گیا تھا۔

"آپ کے حساب سے تو نوکر بھی گھر والوں میں شامل ہوئے۔" وہ طنزیہ مسکرایا۔

"جو کام میں کر رہی تھی وہ اتنا برا تو نہیں اور نہ ہی معیوب' چلیں آپ مجھے نوکر ہی سمجھ لیں۔" وہ اس کے تلخ لہجے پر آزردہ ہو کر آہستگی سے گویا ہوئی۔

وہ چند لمحے اس کی پشت کو دیکھتا رہا پھر اپنی مخصوص تیزی سے باہر نکل گیا۔

"پتا نہیں ان کو مجھ سے اتنی چڑ کیوں ہے؟" اس نے آزردگی سے سوچا۔

وہ اور ربیعہ لان میں بیٹھی نوٹس بنا رہی تھیں کہ بلو کرولا اندر پورچ میں تیزی سے جا کر رکی ربیعہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"حماد بھائی آئے ہیں' اب تو کافی جلدی جلدی آنے لگے ہیں پہلے تو اہم تقریبات تک میں شامل نہیں ہوتے تھے۔"

آپ سے تو کوئی سلسلہ نہیں چل نکلا۔ آپ کو آئے دوسرا سال شروع ہے ان دو سالوں میں حماد بھائی از خود اتنی مرتبہ آئے ہیں کہ گزشتہ بیس سالوں میں نہیں آئے ہوں گے۔"

"ایسی باتیں نہیں کرتے ربیعہ۔"

"کیوں نہیں کرتے؟ ہارون بھائی کے لئے تو امی اپنی ایک بھانجی منتخب کر چکی ہیں ورنہ میں تو ان کے لئے آپ کا انتخاب کرتی۔"

"یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے ربیعہ؟۔" اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔

"آپ کو میری قسم اسماء باجی! سچ بتائیں آپ کو حماد بھائی کیسے لگتے ہیں؟ میری قسم۔"

"ارے تم یہ کیا قسمیں وسمیں درمیان میں لے آئیں' بھئی جیسے تم لوگ کزن ہو ویسے ہی حماد بھائی ہیں۔"

(میں اس قابل کہاں ہو سکتی ہوں)

"میرے لئے تو محض فرسٹ کزن ہی ہیں۔ شادی اتنے مغرور آدمی سے؟ جس کی دولت اور غرور سے ہر وقت میرے اعصاب تنے رہے خوف سے۔ ایسے شخص سے شادی تو دور کنار میں تو اس کی باراتی بننا بھی پسند نہ کروں۔"

ربیعہ نے قسم دی تھی سو اس نے سنجیدگی سے دل کی بات اسے بتادی' ربیعہ اس کی بہترین دوست بھی تھی۔ وہ اس کی دولت مند کزن تھی جس کے آستانے پر وہ عرصے سے پڑی تھی۔ لیکن اس بیچاری لڑکی نے اس کی ذات کا غرور چھینا تھا۔ کبھی اپنی حیثیت جتا کر اس سے اپنی بات نہیں منوائی تھی۔

www.paksociety.com
www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

"ربیعہ! مغرور آدمی سے لوگ اس لئے کتراتے ہیں کہ وہ ان کی ذات کا غرور چھینتا ہے۔ ذات کا غرور نعمت ہوتا ہے اگر معمولی مزدور بھی ذات کے غرور سے سرشار نہ ہو تو وہ تیشہ نہیں اٹھا سکتا مغرور لوگ دوسروں کو کمترین جتا کر ان سے کچھ کرنے کا عزم و حوصلہ چھین لیتے ہیں میں تمہارے ہاں آگئی' تو پڑھ بھی رہی ہوں' اگر چھوٹے ماموں کے پاس ہوتی تو دن میں کئی بار اس احساس کے بعد کہ میں کمتر ہوں' میرے حوصلے ٹوٹ جاتے۔ میرا ذہن اپنی ذات کی نفی کئے جانے پر الجھا رہتا۔ اور آگے بڑھنے کے بجائے پچھلا پڑھا بھی بھول جاتا۔" آج اس نے ربیعہ کے سامنے دل کھول کر رکھ دیا

"اسماء باجی! حماد بھائی ذرا ریزرو قسم کے آدمی ہیں۔ مغرور نہیں ہیں.... آپ....؟"

"چھوڑو ربیعہ! جو تم نے دیکھا نہیں سنا نہیں' اب اس پر تم سے کیا بحث کروں۔"

اس نے گویا بات ہی ختم کر دی۔ پھر اندر سے ربیعہ کا بلاوا بھی آگیا۔

ایگزام کے بعد وہ فراغت سے گلدانے وغیرہ بنانے میں مصروف تھی اس کے بنائے ہوئے کئی گملے برآمدے میں لٹک رہے تھے۔ ان میں دھرے گملوں میں پھول بھی کھل چکے تھے۔

گھاس پر سارا سامان بکھیرے وہ بے حد مگن تھی۔

"سنو بھئی تمہیں ایمرجنسی میں پاپا نے بلوایا ہے ذرا جلدی کرو۔"

وہ بری طرح چونک پڑی' سر اٹھا کر دیکھا۔

وہ جین کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

"مم..... مجھے.....؟"

"جی.... آپ کو.... ذرا جلدی کرو.... ویسے ہی مجھے بہت سے کام ہیں۔" وہ خشونت بھرے لہجے میں بولا۔

اس نے جلدی جلدی سامان سمیٹا' اور اجازت لینے ممانی جان کے پاس چلی آئی۔

"جاؤ بھائی ضرور جاؤ' حماد! بے بی کو تم خود چھوڑنے آؤ گے؟"

دیکھوں گا تائی اماں! اس نے بیزار سے لہجے میں جواب دیا۔

وہ کپڑے تبدیل کر کے باہر آئی تو اس کی گاڑی باہر تھی۔ وہ دروازہ کھولے بیٹھا تھا وہ جھجک کر بیٹھنے لگی۔

"جلدی سے بیٹھو....۔"

"ماموں جان کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟۔" اس نے ڈرتے ڈرتے اس کی سمت دیکھا۔

اس نے گویا سنا ہی نہیں اور کار ایک لاتعداد سڑک پر ڈال دی۔

دور دور تک گھر کی سمت کا نام و نشان نہ تھا۔ اس نے سہم کر اس کی سمت دیکھا اس کی نگاہیں سامنے مرکوز تھیں ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔

"اتنی دیر ہو گئی ہے' گھر ابھی تک نہیں آیا؟۔" اس کا لہجہ کانپ رہا تھا۔

گھر بھی آجائے گا' میں تمہیں اڑا کر تو نہیں لے جا رہا۔ بے فکر رہو"

وہ دبلی پتلی سی لڑکی ایسی کھلی بات پر سٹپٹا کر رہ گئی۔

"سنو یہ ہارون نے تم سے اظہار محبت کب کیا تھا؟۔ پہلی بار؟"

"ہائیں....!۔" اسے تو جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"دیکھو بھائی! تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ اس کھیل سے باز رہو' کیوں اپنا ٹھکانا کھونے پر تلی ہوئی ہو۔" اس نے تیزی سے موڑ کاٹا۔

"تائی اماں کو اس کی ہوا بھی لگ گئی تو نکال باہر کریں گی' تمہیں معلوم نہیں کہ ہارون انگیج ہے؟"

اس پر تو جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔

"حماد بھائی! دیکھیں مجھ سے اس قسم کی خراب باتیں نہ کریں۔" اس کی آواز بھرا گئی۔

"اگر ہارون یہی باتیں کرے تو اچھی ہیں؟۔ جی محترمہ؟"

"جتنے برے آپ ہیں اتنا تو شائد کوئی ہو گا بھی نہیں' پتا نہیں کیسی باتیں کر رہے ہیں ہارون بھائی آپ کی طرح نہیں ہیں۔ وہ بے چارے مجھ سے بات بھی نہیں کرتے۔"

"جب ہی تمہارے عشق میں مجنون بنا ہوا ہے۔"

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

"آپ کی ذہنیت ہی گندی ہے وہ ایسے نہیں ہیں" مارے شرم کے اس کی آنکھیں برس پڑیں۔"

"جی میری ذہنیت ہی گندی ہے مگر آپ ذرا ہوش سے کام لیجئے' چند دنوں میں طوفان اٹھنے والا ہے اپنی خیر منائیں۔"

"حماد بھائی'!۔" وہ مارے ڈر کے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"اچھا بھئی مان لیا کہ تم الو نہیں ہو اپنی عزت و جان بچانے کا آسان طریقہ ہے وہ یہ کہ تم سے اگر ہارون کے بارے میں پوچھا جائے تو صاف انکار کر دینا۔"

"ایک مرتبہ نہیں ہزار بار۔" اس نے دوپٹے سے ناک رگڑی

"جن لوگوں نے ہمیں اتنی نزدیکی قرابت داری ہوتے ہوئے جانوروں کا درجہ بھی نہ دیا میں ان کی سمت اس نیت سے دیکھنا بھی کفر سمجھتی ہوں' چاہے آپ ہوں یا ہارون بھائی۔" جانے کیسے اس کے منہ سے نکل گیا۔

"ہوں....." اس نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے داب کر ہنکارا بھرا

وہ اسے گھر واپس چھوڑ گیا۔ اور وہ سمجھ گئی کہ وہ اسی غرض سے بہانہ بنا کر اسے اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔ اور پھر حماد بھائی کی بات سچ نکل آئی گھر میں ایک سرد پن جھلکنے لگا' ممانی جان کا رویہ اس سے کھنچا کھنچا سا تھا' اس نے اپنے کانوں سے سن لیا۔ ممانی جان ہارون اور بڑے ماموں کے سامنے تیز آواز میں بول رہی تھیں۔

"تمہارا دماغ ٹھکانے نہیں ہے ہارون جس کی نانی نے تمہارے باپ کو سوتیلے پن کے کچوکے لگائے' زمین و آسمان کے فرق رکھے۔ میں اس کی نواسی کو بہو بنالاؤں۔ تمہیں معلوم ہے ہم نے کبھی ان کو اہمیت نہیں دی۔ اب اس کا کوئی نہیں تھا تو خدا ترسی میں اپنے گھر میں پناہ دی۔ اور تم مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ کیا وہ بھی تمہارے ساتھ شامل ہے؟ اس کا تو کروں گی میں دماغ ٹھیک۔"

"ممی! حد کرتی ہیں' اس کو تو کچھ بھی معلوم نہیں میں تو اپنے طور۔"

"بس کرو بھئی..... دیکھیں جبار! یا تو لڑکے کو سمجھائیں' یا اس لڑکی کو اپنے بھائی کے ہاں بھجوا دیں' وہ تو ویسے بھی اس کے اور اس کی ماں کے والہ و شیدا ہیں' سدا کے۔"

"بھئی تم ذرا تسلی سے بھی کام لیا کرو۔ اس قدر بات بڑھانے کی کیا ضرورت ہے تمہیں یہ منظور نہیں تو نہ سہی' تم اپنی بھانجی کو مانگ چکی ہو تو یہ ہارون کی غلطی ہے۔ یہ باتیں ہنسی کھیل نہیں ہوتیں۔"

"پاپا.....؟۔"

"ہارون! بات زبان کی ہے تم حماقت کر رہے ہو' تمہاری ممی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" اور اس نے رات کو ربیعہ سے کہہ دیا۔

"ربیعہ! میں نے سب کچھ سن لیا ہے۔ ہارون بھائی میرے لئے بھائیوں کی طرح ہیں بس یہی رشتہ ہے میرے ان کے درمیان۔ ان سے کہہ دو مجھے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور نہ کریں۔ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔"

ربیعہ نے اس کے ستے ستے چہرے کی سمت دیکھا۔ اس کے دراز قد اور سڈول جسم کو دیکھا قد و قامت میں وہ بارعب دکھائی دیتی تھی مگر چہرہ بچوں کی طرح بھولا و معصوم تھا۔ گول چہرے کے نقوش غیر معمولی تھے۔ بلاشبہ وہ اس کی خالہ زاد سے ہزار گنا پرکشش تھی۔ مگر وہ تو اس رشتے کے لئے خود انکاری تھی۔

ممانی کا رویہ پہلے جیسا ہو گیا تو وہ سمجھ گئی کہ ربیعہ نے اس کی بات پہنچا دی ہے۔

اس نے سکون کا سانس بھرا' تنے ہوئے اعصاب پرسکون حالت میں آگئے۔

پھر ممانی جان نے بہت جلد شادی کی تاریخ لے لی۔ وہ کافی محتاط ہو گئی تھیں گھر میں تیزی سے تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔

اس نے خود آگے بڑھ کر تیاریوں میں حصہ لیا۔ حالانکہ اس کے بی ایس سی فائنل شروع ہو گئے تھے۔ دلہن کے دوپٹوں اور قمیضوں پر خوبصورت کام بنائے۔

ہر رسم میں حصہ لیا۔ نمائندگی کے طور پر نہ سہی اپنے مخصوص خاموش اسٹائل میں۔

اس روز دلہن والوں کی طرف سے مہندی آئی تھی۔

وہ ایک طرف کھڑی شراتوں سے محظوظ ہو رہی تھی۔ سبز بروکیڈ کے چست پائجامے جالی کے

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

کرتے اور بڑے سے دوپٹے میں وہ بڑی محویت کے عالم میں چھیڑ خانی دیکھ رہی تھی۔

لب خود بخود دھیرے دھیرے مسکرا رہے تھے۔

کیمرے' مووی الگ روشنیاں برسا رہے تھے۔

وہ سب میں نمایاں تھی' پھر اپنی دلکشی سے بے نیاز بھی تھی۔

کتنے کیمرے بار بار اس کی سمت متوجہ ہوئے تھے وہ بے خبر لڑکیوں کے "خبر لینے والے" انداز کے گانوں پر لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ربیعہ نے کئی بار اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

"اسماء باجی! آپ بھی گائیے نا ہمارے ساتھ۔"

مگر اس نے ہنس کر ہاتھ چھڑا لیا۔

"ارے بھئی یہ جو سبز کپڑوں میں مس یونیورس کھڑی ہیں' دوست' ان کا ذرا مزے دار سا کلوز اپ تو محفوظ کرو ہمارے لئے۔"

اچھے خاصے ڈیل ڈول کے مالک ایک صاحب نے کیمرہ اٹھائے ہوئے نوجوان کی پشت سہلائی۔

"اور انعام کیا دیجئے گا صاحب!۔" وہ فوکس سیٹ کرتے ہوئے ہنس دیا۔

"ان۔" کے علاوہ جو مانگو!" وہ بڑے عاشقانہ انداز میں گویا ہوئے۔

پیچھے کھڑا حماد فلش میں سیل فٹ کر رہا تھا۔ مارے جذب کے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے کھٹاک سے سیل چیمبر بند کیا۔

"جاؤ بھئی تائی اماں کہہ رہی ہیں ذرا ملازمہ کا ہاتھ بٹاؤ کچن میں۔"

وہ گانوں میں بے حد مگن تھی۔ ایک دم چونک کر اس کی سمت متوجہ ہوئی۔

سرمئی قمیض شلوار میں ملبوس حماد کا چہرہ اسے غیر معمولی سرخ محسوس ہوا۔

"میں....؟۔"

"جی.... آپ.... اب جا بھی چکیے...." وہ جھلایا۔

وہ دل مسوس کر محفل سے کچن میں چلی آئی' ملازمہ مہمانوں کے لئے سینڈوچ پلیٹوں میں سجا رہی تھی۔

www.Paksociety.com

"لاؤ بھئی.... کیا باقی رہ گیا ہے؟۔"

"سب کچھ تیار ہو گیا ہے بی بی' بس سینڈوچ رہ گئے تھے"

"لو بھلا' ممانی جان نے تو مجھے تمہارا ہاتھ بٹانے کے لئے بھیجا ہے۔" اسے سخت کوفت ہوئی۔

"سب تیار ہے آپ جائیں بی بی' میں چھمو کے ساتھ مل کر میزوں پر لگا دیتی ہوں۔"

وہ سوچتی ہوئی باہر آ گئی۔

ایک تو یہاں کسی کی سمجھ نہیں آتی۔

ایک خیال اسی دم بجلی کی طرح کوندا کہ حماد نے اسے وہاں سے ٹالا ہے

"مگر کیوں؟۔" وہ یہ نہ جان سکی۔

چھوٹے ماموں جان ہارون اور دلہن کی دعوت کرنا چاہتے تھے ایک بیٹی دمام میں تھی۔ ایک شکاگو میں سجاد اپنی بیوی کو لے کر جا چکے تھے اپنے "ٹھیئے" پر لہٰذا گھر پر کوئی نہیں ہوتا تھا۔ اس شام انہوں نے اسے بلوایا تھا کہ وہ آ کر ملازموں کے "سر پر" کھڑی ہو جائے۔

بڑے ماموں کو ان کا فون آ گیا تھا' وہ صبح آفس جاتے ہوئے اسے وہاں چھوڑ آئے تھے اور کہہ گئے تھے بعد دوپہر تمہاری ممانی بھی آ جائیں گی دعوت شام کی تھی۔

بڑی ممانی کیسی ہی سہی مگر وہاں اسے پھر بھی آزاد کا احساس ہوتا تھا ایک تو بغیر مکین گھر اس پر احساس اجنبیت' کافی دیر تو وہ بولائی بولائی پھرتی رہی مگر جب ربیعہ کالج سے سیدھی چھوٹے ماموں کے ہاں آ گئی تو اس کے دل کو اطمینان سا ہوا۔ خانساماں کچن میں خوشبوئیں بکھیر رہا تھا' شام کے بعد انہوں نے کراکری و کٹلری منتخب کر کے ملازم کو صاف کرنے کے لئے دی۔ کافی کے خوبصورت مگ نکال کر کچن میں رکھے اور ہدایت کی کہ کھانے کے بعد انہی میں کافی دینا۔ ہارون کے سسرالی بھی دعوت میں مدعو تھے۔ اس لئے ان دونوں نے کافی محنت کی دوسرے ان کی صلاحیتوں کا امتحان بھی تھا۔

وہ ڈائننگ ٹیبل کے لئے پھولوں کا گلدستہ بنانے لان میں لائی تھی۔

انگریزی پھولوں اور دیسی پھولوں کے ملاپ سے اس نے نہایت دل کش گلدستہ بنایا۔ جسے سیٹ

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

کرتی ہوئی، برآمدے کے زینے طے کر رہی تھی۔ کہ تب ہی اس کی خود اعتمادی ڈانواں ڈول ہو گئی، سفید پینٹ شرٹ میں وہ اسے چور نظروں سے دیکھ رہا تھا بظاہر وہ گاڑی لاک کر رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" سامنے آگیا تو اسے کہنا پڑا۔

"وعلیکم السلام، بھئی یہ کہاں نظر آرہی ہیں؟۔" اس کی خوبصورت بھاری آواز ابھری اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

"آج ہارون بھائی اور ان کی دلہن کی دعوت ہے ناں۔" اس کی مدہم آواز ابھری۔

"اور آپ اس دعوت میں کس قدر اہتمام سے شامل ہو رہی ہیں۔ لباس دیکھیے اپنا۔"

وہ اس کے بے حد نزدیک تھا۔ وہ اس خاندان کی تمام لڑکیوں میں نمایاں قدو قامت کی حامل تھی۔ اس کے باوجود حماد کے کان تک پہنچ رہی تھی۔ اور حماد کی اتنی قربت پر اس کا دل عجیب سے انداز میں دھڑک رہا تھا اس وجود کے سائے میں وہ خود اپنی ذات سے ڈر گئی تھی۔

احساس کمتری پھر عود کر آیا۔ ظاہر ہے انہیں میرا لباس کیوں نہ کھٹکے گا پتا ہے کہ میرا تعلق غریب خاندان سے ہے۔ اس میں اتنا اعتماد نہیں تھا کہ اس کے سامنے سے گزر کر اندر چلی جائے خاموشی سے اس کے ٹلنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"کپڑے تبدیل کیجئے تاکہ گھر میں کسی تقریب کا گمان ہو۔"

"میں کپڑے نہیں لائی ہوں یہی ٹھیک ہیں، میں مہمانوں کے سامنے نہیں آؤں گی، بے فکر رہیے۔" خدا معلوم کیسے کہہ دیا اس نے۔

اسی دم ربیعہ نے اسے آواز دے لی تھی۔ وہ گلدستہ سونگھتی ہوئی وہاں سے ہٹ گئی اور اس سمت بڑھ گئی جہاں سے ربیعہ کی آواز آئی تھی۔

سلاد تیار کرتے ہوئے کتنے آنسو اس نے خانساماں سے نظر بچا کر اپنے دوپٹے سے صاف کیے۔ آخر جو لوگ امیر ہوتے ہیں وہ مغرور کیوں ہوتے ہیں؟ دوسروں کا دل کیوں دکھاتے ہیں؟ جب وہ جانتے ہیں کہ غریب لوگ ان جیسے کپڑے نہیں بنا سکتے۔ تو وہ جتاتے کیوں ہیں؟ جب کہ یہ تو میرے حقیقی ماموں زاد ہیں اور جانتے ہیں کہ یتیم امیر بھی ہوں میرے تو سائبان ٹوٹ چکے ہیں۔

شام سات بجے تک مہمان آچکے تھے۔ ممانی جان ذرا پہلے آگئی تھیں۔

سب کھانے کے کمرے میں موجود تھے سوائے اسماء کے

وہ کچن میں قہقہے، آوازیں سن رہی تھی۔

میری حیثیت کسی خادمہ سے کم نہیں، کام ہو گیا ہے۔ سب خوش ہیں، مصروف ہیں۔ کریڈٹ خانساماں لے رہا ہے۔ میں ایسے میں کیوں کر کسی کو یاد آسکتی ہوں؟

اور وہ چھوٹے ماموں جو سب سے زیادہ میرا خیال کرتے ہیں۔ اس وقت اپنے ہم پلہ لوگوں میں کتنے مگن ہیں۔

"بی بی....۔"

"خدا انسان کو زندگی دے تو عزت والی۔"

"بی بی۔"

اس نے دوپٹے سے آنکھیں رگڑیں

"بی بی۔"

"کیا ہے بھئی؟۔" وہ اپنے سے کم مایہ پر جھلا کر مڑی۔

"بڑے صاحب بلا رہے ہیں آپ کو۔"

"میں کیا کروں گی وہاں؟۔"

"وہ آپ کو بلا رہے ہیں کہہ رہے ہیں فوراً آئیں۔"

وہ دوپٹہ درست کر کے نظریں جھکائے اندر چلی آئی۔

حماد نے اس کی سرخ سرخ روئی روئی آنکھیں دیکھ لی تھیں۔

بلکہ وہاں بیٹھے سب لوگوں نے اس کی بے حد خوبصورت آنکھیں، بہت متورم اور سرخ محسوس کی تھیں۔

"بھئی رو رہی تھیں کیا؟۔" ربیعہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں تو... سلاد کے لئے پیاز کاٹی تھی ناں۔"

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com
www.Paksociety.com

www.Paksociety.com
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"بھئی' ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا منع ہے؟" چھوٹے ماموں نے پوچھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"بری بات بیٹا جتنی بھوک ہے کھالو سب کے ساتھ۔" بڑے ماموں نے محبت سے ٹوکا' تب وہ جھجکتی ہوئی ان کے برابر میں بیٹھ گئی۔

"صبح سے کام کر رہی ہو ابھی بھی بھوک نہیں۔" انہوں نے ڈونگہ اس کی سمت سرکایا۔

"ربیعہ! تمہیں بہن کا ذرا خیال نہیں خود آکر بیٹھ گئیں۔"

ممانی جان نے بھی شوہر کے سامنے بے پناہ شفقت کا مظاہرہ کیا۔

"امی! ایک تو اسماء باجی میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آئیں۔ سچ ہم ان سے اس قدر بے تکلف ہیں بالکل فیملی ممبر مگر یہ تو ہم سے بے حد اجنبیت سے پیش آتی ہیں۔ بہت ہی لیا دیا سا انداز ہے۔ مغرور لوگوں جیسا۔" ربیعہ نے اس پر شکایتی نظر ڈال کر جانے کب کب کا حساب چکایا سب ہنس دیئے۔

ہارون کی بیوی نے اسے بے حد پسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا۔

جب وہ بڑے ماموں کے ہمراہ جانے کو تیار ہوئی تو چھوٹے ماموں نے کہا۔

"بھئی یہاں بھی رہو' ہم تو یہ سوچ کر زور نہیں دیتے کہ تم یہاں تنہا رہ کر بور ہو گی مگر کبھی "بور" ہونے کا بھی پروگرام بناؤ۔"

وہ شرما کر مسکرا دی۔

"رہ جاتی ہوں ماموں جان! اگر آپ۔" ربیعہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

"بھئی یہ گھر تو ابتدائی جنت ہے' جب آدم اکیلے تھے تم تو بور ہی۔........"

"بھئی تمہارے چچا کی پسلی تو چاک ہو گئی' اب بھائی ہی بچا ہے۔" ممانی نے ہنس کر ٹکڑا لگایا۔ اور خوبصورت اور خاموش حماد کو شرارت سے دیکھا۔

"اب یہ جنت بھی مکمل کرنا ضروری ہے' بتایئے آپ کی حوا کہاں سے لائیں؟۔"

ربیعہ نے کہا مگر وہ خاموش کھڑا رہا۔

"چھوڑو یار! پھر اتنی فرصت سے جانے کب یہ سب جمع ہوں" ہارون نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو اس نے چور نگاہوں سے اسماء کو دیکھا اور ہارون کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"خدا کرے ہارون جسے دل مانگتا ہے وہ تقدیر بھی ہو۔"

بڑے ماموں گاڑی میں بیٹھنے لگے۔ تھے اور ان کی طرف سے توجہ ہٹالی تھی۔

ہارون نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"فرصت سے پوچھوں گا چھپے رستم۔"

اور اسے فرصت سے پوچھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔

صرف ڈیڑھ ماہ ہی گزرا تھا جب وہ ربیعہ کے "بیوٹیشن ایکسپرٹیس" کا شاہکار بن کر حماد کے حجلہ عروسی میں تھی۔ وہ بانکا شہزادہ اسے سامنے دیکھ کر وارفتگی سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے بات کے سچے اور قول کے پکے لوگ بہت متاثر کرتے ہیں۔ اب یہی دیکھو آج جب میں بارات لے کر تایا ابو کے ہاں پہنچا تو تم میری بارات میں شریک نہیں تھیں۔ گویا میری باراتی بننے کی ذلت بہر حال نہیں اٹھائی۔"

اور اسے دھڑکتے دل کے ساتھ غصے پر بھی قابو پانا پڑا۔

یہ ربیعہ کی بچی' اسے وہ شام یاد آ گئی جب اس نے ربیعہ سے کہا تھا کہ وہ حماد کی دلہن بننا تو کجا اس کی باراتی بننا بھی پسند نہ کرے۔

"دیکھو اسماء بیگم! اب عشق کرنے والوں کے انداز ایک جیسے نہیں ہوتے اس لئے کہ عشق کی تربیت کسی انسٹی ٹیوٹ میں نہیں دی جاتی۔ بعض دفعہ انسان اپنے مقابل کو غلط سمجھ بیٹھتا ہے۔ ہوتے ہوں گے لوگ مغرور' مگر عموماً' لوگ غلط فہمی میں مارے جاتے ہیں' غریب آدمی چڑچڑا اور تلخ ہو تو کہا جاتا ہے معاشی پریشانیاں ہیں۔"

امیر آدمی سخت مزاج ہو تو اسے مغرور کہا جاتا ہے۔

انسانوں کو پڑھنا آسان نہیں ہوتا ہم خود کو کمتر و حقیر سمجھ رہے ہوتے ہیں تو فرض کر لیتے ہیں ہمارے سامنے بیٹھا ہوا شخص بھی ہمارے متعلق یہی سوچ رہا ہے۔

www.paksociety.com
www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

نہ میں مغرور ہوں' نہ سخت دل' بس ذرا عشق کے میدان میں اناڑی ہوں' مجھے تو وہ روتی بسورتی لڑکی آج بھی اپنے دل میں بند محسوس ہوتی ہے۔ جو پھوپھو سے کہہ رہی تھی کہ ان مغرور لوگوں کے درمیان میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

"اگر میں تمہارے گھر کے پھیرے لگاتا' روز تمہارے دیدار کو پہنچتا تو تب تم شاید میرے جذبوں پر اعتبار کرتیں۔"

"اسماء بیگم! بعض اوقات عشق کا چہرہ ایسا بھی ہوتا ہے۔"

اسماء کو ایسا محسوس ہوا وہ بہت بڑی دولت مند ہے' محبت اس کے پاؤں کے نیچے تھی۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com
www.Paksociety.com